رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُل اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ

اس دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر کے

کاروباری امور متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۷ | ۲۷ ستمبر ۱۹۱۹ء | شنبہ | مطابق یکم محرم ۱۳۳۸ھ | نمبر ۲۵

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

الموعظۃ الحسنۃ (حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرو)

اخبار احمدیہ

ٹرکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض

چند ضروری باتیں ۱۱

اشتہارات ۱۲

مدینۃ المسیح

ایام زیر رپورٹ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طبیعت علیل رہی۔ لیکن اب خدا کے فضل سے آرام ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے صاحبزادہ میاں مظفر احمد کو اب آرام ہے۔ الحمد للہ۔

ہفتہ مختتمہ ۲۵ ستمبر میں حسب ذیل مہمان آئے ہیں بابو نذیر احمد صاحب کلرک فیروزپور سے۔ میاں عبداللہ صاحب سامانہ سے۔ ماسٹر محمد علی خان صاحب اشرف تلونڈی جھنگلاں سے۔ مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹ سے۔ منشی عبدالکریم صاحب بٹالہ سے۔

اسکے علاوہ اور بھی بہت سے دوست ارد گرد دیہات سے تشریف لائے۔

الموعظۃ الحسنۃ

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرو

زکوٰۃ کیا ہے؟ یؤخذ من الامراء ویرد الی الفقراء۔ امراء سے لے کر فقرا کو دیجاتی ہے۔ اسمیں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی تھی۔ اس طرح سے باہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر یہ فرض ہے۔ کہ وہ ادا کریں۔ اگر نہ بھی فرض ہوتی۔ تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غربا کی مدد کی جاوے۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمسایہ اگر فاقہ مرتا ہو تو پرواہ نہیں۔ اپنے عیش و آرام سے کام ہے جو بات خدا تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ میں اس کے بیان کرنے سے نہیں رک سکتا۔ اگر کسی کا ہمسایہ فاقہ میں ہو۔ تو اس کے لئے شرعاً حج جائز نہیں۔ مقدم ہمدردی اور اسکی خبر گیری ہے۔ کیونکہ حج کے اعمال بعد میں آتے ہیں۔ مگر آجکل عبادات کی اصل غرض اور مقصد کو ہرگز مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ عبادات کو رسوم کے رنگ میں ادا کیا جاتا ہے۔ اور وہ نری رسمیں ہی رہ گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ لوگوں میں حاجیوں کے متعلق بدظنیاں پیدا ہوئی ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک اندھی عورت بیٹھی تھی۔ کوئی شخص آیا۔ اور اس کی

چادر چھین کر لے گیا۔ وہ عورت چلائی۔ کہ بچہ حاجیا! میری چادر دے جا۔ اس نے اس کو پوچھا کہ مائی تو یہ تو بتا کہ یہ کیونکر تجھے معلوم ہوا۔ کہ میں حاجی ہوں۔ اس نے کہا۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایسے کام حاجی ہی کرتے ہیں۔ پس اگر ایسی ہی حالت ہو۔ تو پھر ایسے حج سے کیا فائدہ؟

حج میں [illegible]لیت ہو کیونکر؟ جب کے گردن پر بہت سے حقوق العباد [illegible] تے ہیں۔ ان کو تم ادا کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قد افلح من زکیٰھا۔ فلاح نہیں ہوتی۔ جب تک نفس کو پاک نہ کرے۔ اور نفس تب ہی پاک ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کے احکام کی عزت اور ادب کرے۔ اور ان راہوں سے بچے۔ جو دوسری کے آزار اور دکھ کا موجب ہوتی ہیں ❊

انسان میں ہمدردی اعلےٰ درجہ کا جوہر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون یعنے تم ہرگز ہرگز اس نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کا نہیں کہ مثلاً کسی ہندو کی گائے بیمار ہو جاوے۔ اور وہ کہے۔ کہ اچھا اس کو منس (راہ خدا پر دینا) دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ باسی اور سڑی بسی روٹیاں جو کسی کام نہیں آسکتی ہیں۔ فقیروں کو دیدیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے خیرات کر دی ہے۔ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ اور نہ ایسی خیرات مقبول ہو سکتی ہے وہ تو صاف طور پر کہتا ہے ❊

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون

حقیقت میں کوئی نیکی نیکی نہیں ہو سکتی۔ جب تک اپنے پیارے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کی اشاعت اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کے لئے خرچ کرو ❊

(اس موقع پر ایک بھائی نے عرض کی۔ کہ حضور بعض فقیر بھی کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی باسی روٹی دیدو پھٹا پرانا کپڑا دے دو۔ وہ مانگتے ہی پرانا اور باسی ہیں)

فرمایا۔ کیا تم نئی دیدو گے؟ وہ کیا کریں جانتے ہیں کہ کوئی نئی نہیں دیگا۔ اس لئے وہ ایسا سوال کرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے۔ مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کرو۔ یاد رکھو شریعت کے دو ہی قسم کے حقوق ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ مگر میں جانتا ہوں۔ اگر کوئی بدقسمت نہ ہو۔ تو حقوق اللہ پر قائم ہونا سہل ہے۔ اس لئے کہ وہ تم سے کھانے کو نہیں مانگتا۔ اور کسی قسم کی ضرورت اُسے نہیں۔ وہ تو صرف یہی چاہتا ہے کہ تم اسے وحدہ لاشریک خدا سمجھو۔ اس کی صفات کاملہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسولوں پر ایمان لا کر ان کی اتباع کرو ❊

لیکن حقوق العباد میں اکثر مشکلات پیدا ہوتی ہیں جہاں نفس دھوکہ دیتا ہے۔ ایک بھائی کا حق ہے اور اس کے دبا لینے کا فتویٰ دیتا ہے۔ مقدمات ہوتے ہیں۔ تو چاہتا ہے کہ شریک کو ایک حبہ نہ ملے۔ سب کچھ مجھ ہی کو مل جاوے۔ غرض حقوق العباد میں بہت مشکلات ہیں۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے۔ ان کی بڑی رعایت اور حفاظت کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ آدمی دوسرے کے حقوق تلف کرنیوالا ٹھہرے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل اور توفیق سے ملتا ہے۔ جس کیلئے دعا کی بڑی ضرورت ہے ❊

الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء } حضرت مسیح موعودؑ

اخبار احمدیہ

ولایت کی خبریں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں تبلیغ کا کام ہر رنگ میں ترقی پر ہے۔ بہت انگریز مرد و عورتیں جو ایک عرصہ سے حضرات قاضی صاحب و مفتی صاحب کے زیر تبلیغ چلے آتے تھے۔ اسلام کے بہت قریب آرہے ہیں۔ لیکچروں کا سلسلہ شروع ہے۔ ہفتہ گذشتہ میں ایک لیڈی جناب ماسٹر عبد الرحیم صاحب نیر کے ہاتھ پر داخل دین حقہ ہوئی۔ مسیحی نام امینی تھا۔ اسلامی نام عائشہ رکھا گیا۔ اس کے علاوہ ایک معزز خاتون مس رنیلڈ نام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق تحریراً کر کے اپنے تئیں مصدقین میں شامل کیا ہے۔ اور اس کی درخواست پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اس کا اسلامی نام سعیدہ رکھا ہے۔ گذشتہ اتوار کو مسٹر نیر کا لیکچر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے "اسوہ حسنہ" پر ہوا۔ لیکچر بہت کامیاب ہوا۔ اور ایک مسیحی ڈاکٹر نے نہایت محبت بھرے الفاظ میں آنحضرتؐ کا ذکر کر کے تقریر پر مخلصانہ ریویو کیا۔

ایک نئی تجویز یہ ہے کہ ایک مدرسہ عربیہ اور درس قرآن شریف جاری کئے جائیں۔ کیونکہ ان ذرائع سے تبلیغی کام کو انشاء اللہ بہت مدد ملنے کی اُمید ہے۔ والسلام

الف۔ ایم۔ سیال (ایم۔ اے) لا

برادران کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مذکورہ لیڈی کا بیعت فارم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور بھیجدیا ہے۔ اس خاتون کے علاوہ حاجی علی موسیٰ اور حسن علی نام دو اور نئے دوست سلسلہ حقہ میں عاجز اور مفتی صاحب کی تبلیغ سے داخل ہوئے ہیں۔ جس خاتون نے اپنے تئیں مصدقین میں داخل کیا ہے۔ وہ نبوت احمدؑ مسیح موعود کی بھی تصدیق کر چکی ہے۔ خط درخواستہائے بیعت و تصدیق دار الامان بھیجدی ہیں ❊ (نیرؔ)

سلسلہ احمدیہ کا مالی سال

۳۰ ستمبر کو ختم ہوتا ہے۔ اور یکم اکتوبر سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ تمام چندے جو ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ء تک دفتر ناظر بیت المال یا دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ میں وصول ہونگے۔ وہ اس سال کے حساب میں شمار ہونگے۔ اسکے بعد آئی ہوئی رقمیں آئندہ سال میں محسوب ہونگی۔ اور اس سال کے حساب میں درج ہونگی عام طور پر احباب ہر مہینہ کا چندہ وہ مہینہ گذار کر دوسرے ماہ کے ابتدا میں دیتے ہیں۔ مگر اس ماہ میں مناسب اور ضروری ہے کہ اس ماہ کا بھی چندہ ضرور بھیجدیا جاوے۔ تمام بقائے صاف کئے جائیں۔ اور جو جو کچھ رقم ہو سکتی ہیں۔ خواہ کم ہی ہوں ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ء تک احباب ضرور بھیجدیں ... [illegible] ... والسلام ، نیازمند ، عبدالمغنی ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامن والامان - ۲۷ ستمبر ۱۹۱۹ء

ٹرکی کا مستقبل
اور
مسلمانوں کا فرض

(بقلم)

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا وہ مضمون درج کیا جاتا ہے جو حضور نے اس آل انڈیا مسلم کانفرنس کی دعوت شمولیت پر لکھا جس کا معاملات ٹرکی کے متعلق ۲۱ ستمبر کو لکھنؤ میں جلسہ قرار پایا تھا احباب کو چاہیئے کہ یہ مضمون ان لوگوں کو خاص طور پر پڑھائیں۔ جو معاملات ٹرکی کے متعلق کسی قسم کی دلچسپی لیتے یا ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

مجھے کل سترہ تاریخ کو ایک مطبوعہ اعلان ملا ہے۔ جس پر دستخط کرنیوالوں میں سے بعض ہندوستان کے سربرآوردہ اصحاب بھی ہیں۔ اس اشتہار میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ ترکی حکومت کا مستقبل بحالت موجودہ سخت خطرہ میں ہے۔ اس لئے سب مسلمانوں کو ملکر اس پر صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے تاکہ اصحاب حل و عقد کو معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کو کیسی گہری دلچسپی اور لگاؤ ہے۔ یہ اشتہار مجھے بھی بھیجا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک مطبوعہ چٹھی سید ظہور احمد صاحب وکیل سکرٹری مسلم کانفرنس کی طرف سے بھی مجھے ملی ہے۔ جسمیں اس جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی ہے۔ اور اس پر مکرم جناب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب فرنگی محل نے بھی اپنی جانب سے شمولیت جلسہ کی تاکید کی ہے۔ چونکہ میں بوجہ بیماری کے اور بوجہ اسکے کہ مجھے وہاں جانے میں کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ وہاں بذات نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں بذریعہ اس تحریر کے جو اپنے قائم مقاموں کے ہاتھ بھیجتا ہوں۔ اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اس مخلصانہ مشورہ پر کافی غور کیا جاوے گا۔

ترکوں کے مستقبل کا سوال ایک ایسا سوال ہے کہ جس سے طبعاً ہر ایک مسلمان کہلانے والے کو دلچسپی ہونی چاہیئے۔ اور ہے۔ اور جب تک ان سے ہمدردی کرنی اور انکی موافقت کرنی شریعت کے کسی اور حکم کے خلاف نہ ہو ضروری اور لازمی ہے۔ جب تک ترک۔ گورنمنٹ برطانیہ سے برسر پیکار رہے۔ مسلمانان ہند کی ایک کثیر تعداد ہتھیار بند ہو کر ان کے خلاف لڑتی رہی۔ اور شاید ہزاروں ترک مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے ہونگے مگر یہ ان کا فعل اس بات پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ ان کو ترکوں سے کسی قسم کا تعلق اور لگاؤ نہیں۔ بلکہ صرف اسی مسلمہ اصل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان کی جاتی ہے۔ چونکہ گورنمنٹ کی فرمانبرداری ان پر مذہباً فرض تھی۔ اور وہ اس کے ممنون احسان تھے۔ انہوں نے اسوقت تک کہ گورنمنٹ برطانیہ کی ترکوں سے جنگ رہی۔ اپنے اس مذہبی فرض کے ماتحت گورنمنٹ برطانیہ کی خاطر اور امن کے قیام کے لئے ایک مسلمان کہلانیوالی قوم سے جنگ کی۔ اور ان پر گولیاں چلائیں۔ مگر جونہی جنگ ختم ہو گئی۔ اور سلطنت برطانیہ کے تعلقات ترکوں سے درست ہو گئے۔ مسلمانوں کی طبعی ہمدردی پھر جوش میں آئی۔ اور اب ان سے ہمدردی کرنا شرعاً و عرفاً کسی طرح ممنوع نہ تھا۔

پس اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام عالم اسلامی ترکوں کے مستقبل کی طرف افسوس اور شک کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ انکی حکومت کا مٹا دینا یا انکے اختیارات کو محدود کر دینا انکے دلوں کو سخت صدمہ پہنچائیگا۔ مگر اسکی یہ وجہ بیان کرنا کہ سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین ہیں۔ درست نہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ انکو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے۔ مگر پھر بھی ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں میرے نزدیک ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام کی ظاہری شان و شوکت سخت خطرہ میں ہے۔ اس مسئلہ کو ایسے طور پر پیش کرنا کہ صرف ایک ہی خیال اور ایک ہی مذاق کے لوگ اسمیں شامل ہو سکیں۔ سیاسی اصول کے بھی خلاف ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک معتدبہ حصہ شیعہ مذہب کے لوگوں کا ہے۔ اور سوائے بعض نہایت متعصب لوگوں ... کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ ترکوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ مگر وہ کسی طرح بھی سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المسلمین ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اسی طرح اہلحدیث میں سے گو بعض خلافت عثمانیہ کے ماننے والے ہوں۔ مگر اپنے اصول کے مطابق وہ لوگ بھی صحیح معنوں میں خلیفۃ المسلمین سلطان کو نہیں مانتے ہماری احمدیہ جماعت تو کسی صورت میں بھی اس اصل کو قبول نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبل از وقت دی ہوئی اطلاعوں کے ماتحت اسکی

صداقت کے قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس زمانہ کے لئے مسیح موعود اور مہدی مسعود بنا کر مسلمانوں کی ترقی اور قیام کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور اسوقت وہی شخص خلافت کی مسند پر متمکن ہو سکتا ہے۔ جو آپ کا متبع ہو اور قریباً تمام کی تمام جماعت احمدیہ اسوقت اس عاجز کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر کے اسبات کا عملی ثبوت دے چکی ہے۔ کہ وہ کسی اور خلافت کے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان تینوں فرقوں کے علاوہ اور فرقے بھی ہیں۔ جو اسلام کی طرف اپنے آپکو منسوب کرتے ہیں۔ لیکن خلافت عثمانیہ کے قائل نہیں۔ بلکہ خود سنت والجماعت کہلانیوالے لوگوں میں سے بھی ایک فریق ایسا ہے۔ جو خلافت عثمانیہ کو نہیں مانتا۔ ورنہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ ایک شخص کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح جانشین تسلیم کر کے وہ اسکے خلاف تلوار اٹھاتے۔ پس اندریں حالات ایسے جلسہ کی بنیاد جسمیں ترکوں کے مستقبل کے متعلق تمام عالم اسلامی کی رائے کا اظہار مدنظر ہو۔ ایسے اصول پر رکھنی جنہیں سب فرقے تسلیم نہیں کر سکتے۔ درست نہیں۔ کیونکہ اس سے سوائے ضعف و اختلال کے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ۔

میرے نزدیک اس جلسہ کی بنیاد صرف یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ایک مسلمان کہلانیوالی سلطنت کو جس کے سلطان کو مسلمانوں کا ایک حصہ خلیفہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ مٹا دینا یا ریاستوں کی حیثیت دینا ایک ایسا فعل ہے۔ جسے ہر ایک فرقہ جو مسلمان کہلاتا ہے ناپسند کرتا ہے۔ اور اس کا خیال بھی اسپر گراں گذرتا ہے۔ اس صورت میں تمام فرقہائے اسلام اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ خلافت عثمانیہ کے قائل نہ ہوں۔ بلکہ باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے اور سمجھتے ہوں۔ اس اصل پر متفق ہو کر یکزبان ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں کیونکہ گو ایک فریق دوسرے کو کافر سمجھتا ہو۔ مگر کیا اس میں کوئی شک ہے۔ کہ دنیا کی نظروں میں اسلام کے نام میں سب فرقے شریک ہیں۔ اور اسلام کی ظاہری شان و شوکت کی ترقی یا اسکو صدمہ پہنچنا سب پر یکساں اثر ڈالتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک ہمارے سلطان ملک معظم جارج خامس فرمانروائے حکومت برطانیہ ہیں۔ اور خلیفہ وقت حضرت مسیح موعود کا صحیح جانشین یعنی یہ عاجز ہے۔ مگر باوجود اس کے جماعت احمدیہ اسوقت جبکہ سلطنت برطانیہ کے منشاء اور اس کی عزت کے خلاف کوئی امر نہ ہو۔ ترکوں کی سلطنت سے ہر طرح ہمدردی رکھتی ہے۔ کیونکہ باوجود اختلاف عقیدہ رکھنے کے ان کی ترقی سے اسلام کے نام کی عظمت ہے۔ جسمیں ہم دونوں شریک ہیں۔ اس مخلصانہ مشورہ کے بعد میں تمام احباب کرام سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ لوگ اس طرح اتفاق کے ساتھ ایک مقام پر کھڑے ہو کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جو امید ہے کہ نہ صرف اس غرض کے لئے مفید ہو . . . . . جس کے لئے یہ جلسہ کیا گیا ہے۔ بلکہ آئندہ کے لئے بہت سے بابرکت نتائج پیدا کرے۔ تو یہ بات بھی آپ لوگوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ بڑے کام بڑی محنت اور بڑی قربانی چاہتے ہیں۔ حکومتوں کا فیصلہ جلسوں کے ساتھ نہیں ہوتا۔ نہ جلسے کسی کے خیالات کے صحیح ترجمان ہوتے ہیں۔ بہت دفعہ لوگ جوش میں آکر چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے جلسے کر لیتے ہیں اور خوب زوردار تقریریں کرتے ہیں۔ مگر وہ تقریریں اور وہ اجتماع ان کے حقیقی خیالات کے ترجمان نہیں ہوتے۔ کیونکہ ابھی زیادہ دن نہیں گزرتے۔ کہ وہ اس امر کو بالکل فراموش کر کے خاموش بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ان کی قوت عمل ان کے زور بیان کی تائید نہیں کرتی۔ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اس اٹل قانون کو یاد نہیں رکھتی۔ کہ ہر ایک کام کی تکمیل کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اور ہر ایک کامیابی کے لئے ایک دروازہ ہے۔ جب تک۔ اس وقت تک جو اس کے لئے مقرر ہے۔ صحیح ذرائع سے کوشش نہ کیجاوے کامیابی محال نہیں ناممکن ہے ۔

پچھلی جنگ کو ہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ باوجود بعض جلد بازوں کے اندازہ لگانے کے کہ چند ماہ میں جنگ ختم ہو جائیگی۔ قریباً پانچ سال اسپر خرچ ہوئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ اس کے شعلے کسی نہ کسی جگہ اب تک بھی بھڑک اٹھتے ہیں۔ جن قوموں نے اس میں حصہ لیا۔ انہوں نے کس طرح کام کیا۔ یہ نہیں۔ کہ ملک میں جلسہ کر کے اپنی حکومت کی تائید کر دی۔ اور اپنے کام سے فارغ ہو گئے بلکہ عورت۔ مرد۔ بچہ اور بوڑھے ہر ایک نے الا ماشاء اللہ اپنا پورا زور لگایا اور جو جنگ پر جا سکتے تھے۔ وہ جنگ کے لئے نکل پڑے۔ اور جو کسی نہ کسی وجہ سے لڑائی کرنے سے معذور تھے۔ انہوں نے دوسرے ایسے کام اختیار کر لئے۔ جن سے جنگ پر جانے والوں کو مدد ملے۔ اور ان کے کام میں آسانی پیدا ہو اور انکی تکالیف میں کمی واقع ہو۔ اور ساڑھے چار سال تک تمام افراد ملک نے رات کو رات نہیں سمجھا۔ اور دن کو دن نہیں خیال کیا۔ اور صرف وقت کی قربانی ہی نہیں کی۔ بلکہ عقلمندوں نے اپنی عقل خرچ کی۔ مالداروں نے اپنے مال گھروں سے نکالکر باہر پھینک دئیے۔ اور جائداد والوں نے اپنی جائداد کو پیش کر دیا۔ غرض ایک ہی غایت و مدعا ان کے سامنے رہ گیا۔ باقی ہر ایک چیز ان کی نظروں میں ہیچ ہو گئی۔ تب جا کر ایک فریق کو فتح نصیب ہوئی۔ مگر فتح کے بعد بھی وہ آرام سے نہیں بیٹھے۔ صلح کی تکمیل کے لئے بھی جنگ میں حصہ لینے والی حکومتوں کے سینکڑوں آدمی دن اور رات محنت سے کام کر رہے ہیں۔ اور اسبات کو خوب محسوس کرتے ہیں۔ کہ بہت سے نادان میدان جنگ میں فتح پا کر صلح کے کمرہ میں شکست کھا جایا کرتے ہیں۔ ہر ایک قوم اپنے فوائد پر نظر جمائے بیٹھی ہے۔ اور ایک لحظہ کے لئے ان کو آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی۔ اور اسقدر قربانیوں کے بعد وہ اس امر کو برداشت بھی کب کر سکتی ہے۔ کہ وہ فوائد جو اس کا حق ہیں یا جن کا حاصل کرنا وہ اپنا حق سمجھتی ہے یونہی اس کے ہاتھوں سے نکل جاویں ۔

پس اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے آپ لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ کام معمولی کام نہیں ہے۔ ترکوں نے میدان جنگ میں شکست کھائی ہے

اور اب وہ مغلوب و مفتوح قوم کی حیثیت میں ہیں۔ ان پر فتح پانیوالے ان کے مقبوضہ ممالک کو اپنا جائز حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کو آپس میں تقسیم کر لینا یا انکی حکومت میں اپنے منشاء کے ماتحت تبدیلی کر دینا ان کے نزدیک عدل و انصاف کے بالکل مطابق ہے۔ پس وہ کسی قوم یا کسی فرقہ کے کہنے سے اپنے حقوق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ ترکوں کی سابقہ مملکت کو بلا کسی تبدیلی کے چھوڑ دیں یا تبدیلی کریں۔ تو بہت کم۔ شیر کے منہ سے اس کا شکار چھڑانے سے بہت زیادہ مشکل ہے۔ ہم اس ملک میں دیکھتے ہیں۔ کہ چھوٹے چھوٹے حق کے لئے قومیں آپس میں لڑتی ہیں۔ اور اس کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتیں۔ تو ایک سلطنت کے معاملہ میں اور پھر ایسی سلطنت کے معاملہ میں جس کا قیام ان کے نزدیک ان کی تہذیب کی حیات و موت کا سوال ہے۔ کانفرنس صلح میں بیٹھنے والی اقوام سے یہ امید کیونکر کی جاسکتی ہے کہ وہ ہمارے جلسوں یا ہماری تقریروں سے متاثر ہو کر اپنے مزعومہ حقوق سے فوراً دست بردار ہو جاویں اس کے لئے کوشش کی ضرورت ہے۔ اور محنت کی حاجت ہے۔ پھر کوشش و محنت بھی وہ جو چٹانوں کو بوڑھا کر دے۔ اصول اتحاد پر مبنی ہو۔ اور سوچ سمجھ کر صحیح ذرائع سے کی جاوے۔ اور اس میں مال و وقت کی قربانی سے دریغ نہ کیا جاوے۔ جبکہ وہ لوگ جو پہلے سے آپس میں معاہدات کر چکے ہیں۔ جو اتحادیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو ایک مذہب و ملت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو ایک قسم کی تہذیب کے اثر کے نیچے ہیں۔ ان معاملات کے تصفیہ کے لئے ہزاروں کی تعداد میں ایک مقام پر جمع ہیں۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں اپنے اپنے گھروں میں اس کام کو نیک طور پر سرانجام دینے میں مشغول ہیں۔ کمیشن مقرر کرتے ہیں۔ سب کمیٹیاں بٹھاتے ہیں۔ ہر قسم کے علوم و فنون کے ماہروں سے مشورہ لیتے۔ آسانی سے فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور ایک ایک سوال کے حل کرنے پر مہینوں لگا دیتے ہیں۔ تو سیاسی نقطہ خیال سے بے تعلق ایک دوسرے مذہب کی پیرو۔ ایک دوسری تہذیب کی دلدادہ دنیاوی طور پر کمزور اور ناتواں جماعت کی کمزور آواز کو مفید اور بااثر بنانے کے لئے کسقدر سعی اور کوشش کی ضرورت ہے اگر اس جلسہ کے منعقد کرنیوالے اور اس میں شمولیت کرنیوالے اس محنت کی برداشت کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے بخوشی دل تیار ہیں تو پھر یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اس کام کے سرانجام دینے کا ذریعہ کیا ہے؟

اس تیسرے امر کے متعلق جو کچھ میری رائے ہے۔ اور جس کی پابند تمام جماعت احمدیہ ہے۔ وہ تمام احباب کرام کے غور کے لئے ذیل میں درج کر دیتا ہوں:۔

میرے نزدیک اس کام کے لئے سعی کرنے سے پہلے مسلمانوں کو اس امر کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ترکوں کے مستقبل کے متعلق فیصلہ جن طاقتوں نے کرنا ہے۔ ان میں سے صرف حکومت برطانیہ ہی ایک ایسی طاقت ہے۔ جسے ترکوں کے مفاد سے دلچسپی ہے۔ اور جو انکی ایک حد تک مدد کرنا چاہتی ہے اور جسکے وزراء نہایت محنت سے ان خیالات سے جو ترکوں کے مستقبل کے متعلق مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔ صلح کی کانفرنس کو مطلع کر رہے ہیں۔ حکومت حجاز کی تائید اور نصرت بھی صلح کی کانفرنس میں حکومت برطانیہ ہی کر رہی ہے۔ اور اس کا اعتراف حکومت حجاز کا نیم سرکاری اخبار "قبلہ" کئی بار کر چکا ہے۔ پس اپنے تمام اعمال میں مسلمانوں کو برطانیہ کے اس احسان کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ وہ اپنے جوش میں اس دوست کو بھی اپنے ہاتھوں سے کھو دیں۔ اور احسان فراموشی کے جرم کے مرتکب ہوں۔ حکومت برطانیہ مسلمان نہیں۔ کہ مذہباً وہ ترکوں کی ہمدرد ہو۔ نہ سیاسی طور پر ترکوں کی تباہی اس کے مفاد پر کوئی اثر ڈال سکتی ہے۔ کیونکہ اس نے ترکوں سے جنگ کر کے دیکھ لیا ہے۔ کہ پین اسلامزم کا خطرہ ایک خیالی خطرہ ہے۔ وہ اگر ترکوں سے ہمدردی رکھتی ہے۔ تو محض اپنی مسلمان رعایا کے جذبات اور احساسات کے خیال سے۔ پس جسقدر بھی وہ ہمدردی کرتی ہے۔ مسلمانوں کو اس کا شکرگذار ہونا چاہیئے۔ اور ایک دوست کے طور پر اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ایک طرف حکومت برطانیہ پر یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہمارے احساسات کا خیال رکھے۔ تو دوسری طرف حکومت برطانیہ پر ان دوسری اقوام کے احساسات کا خیال رکھنا بھی فرض ہے۔ جو جنگ میں اس کے ساتھ شامل ہوئیں۔ اور جنکے سپاہی برطانیہ کے سپاہیوں کے دوش بدوش اسی طرح لڑے۔ جسطرح مسلمان سپاہی۔ بلکہ مسلمانوں سے بھی زیادہ تعداد میں۔ اور اس جنگ کو فاتحانہ رنگ میں ختم کرنے کے لئے انہوں نے اپنے اموال اس سے بہت زیادہ خرچ کئے۔ جسقدر کہ مسلمانوں نے۔ پس مسلمانوں کے احساسات کا خیال رکھنے کے ساتھ حکومت برطانیہ اگر ضروری سمجھتی ہے۔ کہ ان اقوام کے خیالات کا خیال بھی رکھے۔ تو ہمیں اس کی مجبوری کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اس کی مشکلات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس جنگ کے ابتدائی ایام میں امریکہ کے شامل ہونے سے پہلے اتحادی دول میں بعض معاہدات ہوئے تھے۔ جنکے پورا کرنے پر بعض طاقتیں برطانیہ پر زور دیتی ہیں۔ اور اس مشکل کی وجہ سے بھی برطانیہ اس طرح سے مسلمانوں کے خیالات کی ترجمانی نہیں کر سکتا۔ جس طرح کہ مسلمان اس سے امید رکھتے ہیں۔ پس اس کام کے شروع کرتے وقت اس امر کا فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ نہ کوئی ایسا ایجی ٹیشن پھیلایا جاوے۔ اور نہ دوسروں کو پھیلانے کی اجازت دیجاوے۔ جس سے لوگوں کے ذہن میں یہ بات آوے کہ برطانیہ مسلمانوں کے ساتھ مناسب برتاؤ نہیں کرتا۔ اور ان کے حقوق کی کافی حفاظت سے غافل ہے۔ کیونکہ غفلت اور لاپرواہی بالکل اور چیز ہیں۔ اور مشکلات اور چیز۔ مسلمانوں کی تمام کوششیں برطانیہ کا ہاتھ مضبوط کرنے میں خرچ ہونی چاہیئیں۔ نہ کہ اس کو گھر میں مشکل ڈال دینے میں۔ اس بات کو خاص طور پر یاد رکھنے کی اس لئے ضرورت

کہ بعض خود غرض لوگ ایسے موقعوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے عادی ہوتے ہیں اور اتحاد کو دھمکی اور مخلصانہ اصرار کو معاندانہ دباؤ سے بدل دیتے ہیں۔ میرے نزدیک برطانیہ جبکہ پہلے ہی مسلمانوں کے احساسات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ تو اس کی اس کوشش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کو صرف اس سے یہ درخواست کرنی چاہیئے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ زور دے۔ بیشک بعض معاہدات اس کے راستہ میں روک ہیں مگر ہر انصاف پسند برطانوی مدبّر پر یہ بات واضح کر دینی چاہیئے۔ کہ ایسے معاہدات جنمیں کوئی اخلاقی نقص ہو۔ معاہدات کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ مگر اس غلطی پر مصر ہونا انسان کا کام نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کو ایک چیز دینے کا معاہدہ کرتا ہے۔ اور بعد میں اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کا مالک نہیں ہے۔ تو وہ اس معاہدہ پر پابند رہنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ نہ اخلاقاً اسے اس معاہدہ کی پابندی کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بے شک برطانیہ نے بعض اقوام سے ترکوں کے بعض علاقوں کے متعلق ایسے معاہدات کئے ہیں کہ وہ ان حکومتوں کے زیر حفاظت کئے جاوینگے۔ مگر جبکہ ان علاقہ جات کے باشندہ خود اس امر کو پسند نہ کرتے ہوں۔ اور جبکہ اس امر کا فیصلہ کر دیا گیا ہو۔ کہ کسی ملک کے انتظام میں اس کے باشندوں کی آراء کا بھی۔ ایسے حالات میں کہ کسی قسم کے ظلم کا خطرہ نہ ہو۔ خیال رکھا جاویگا کوئی وجہ نہیں۔ کہ ان کو دوسری حکومتوں کے سپرد کر دیا جاوے۔ جن کے نیچے رہنا ان کو نہ صرف ناپسند ہی ہے۔ بلکہ خطرہ ہے۔ کہ ان کے مذہبی احساسات کو بھی اس طرح صدمہ پہنچے۔ یورپ بے شک تعلیم ظاہری میں بڑھا ہوا ہے۔ مگر سب یورپ انگریزوں کی طرح مذہبی آزادی کے اصول پر قائم نہیں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ بعض یورپین اقوام نے جبراً مذہب میں دخل دیا ہے۔ اور زبردستی عقائد میں تبدیلی کروانی چاہی ہے۔ طرابلس اور حرب بلقان کے واقعات جو خود انگریز نامہ نگاروں نے لکھے ہیں۔ دلالت کرتے ہیں۔ کہ برطانیہ عظمیٰ کو تمام اہل یورپ کو اپنے جیسا مہذب خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ غرض دلائل اور براہین سے برطانیہ عظمیٰ کے اصحاب حل و عقد کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ اس بارہ میں مسلمانوں کے خیالات حق پر مبنی ہیں۔ اور انگلستان کی عام رائے کو اصل حالات سے واقف کرنا چاہیئے۔ اور برطانیہ کی قدیم انصاف پسندی کو دیکھتے ہوئے یقین رکھنا چاہیئے کہ برطانیہ اپنی طاقت کے مطابق مسلمانوں کے احساسات کا خیال رکھنے میں کوتاہی نہیں کریگا۔ اور ایسے اُمور سے بکلی پرہیز کیا جاوے۔ جن سے عوام میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو یا نامناسب جوش پیدا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں حکام کی توجہ زیادہ تر اندرونی انتظام کی طرف مبذول ہو جاویگی۔ اور اگر ایسے حالات میں وہ مسلمانوں کے احساسات کی تصویر پورے طور پر ان لوگوں کے سامنے نہ کھینچ سکیں۔ جو اس وقت ترکی حکومت کے مستقبل پر غور کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ تو اس کا الزام خود مسلمانوں پر ہوگا۔ ذہنی اور پر۔ میرے نزدیک مناسب ہے۔ کہ جہاں اس امر پر زور دیا جاوے کہ برطانیہ مسلمانوں کے خیالات کی پہلے سے زیادہ تائید کرے وہاں عامۃ الناس کو اس امر سے بھی واقف کیا جاوے۔ کہ برطانیہ اب تک بہت کچھ کوشش کر چکا ہے۔ اور کوشش کر رہا ہے۔ جیسا کہ حکومت حجاز کی گواہی سے صاف طور پر عیاں ہے ۔

دوسرا امر اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مسلمان حکومت حجاز کا سوال بیچ میں سے بالکل اٹھا دیں۔ عربوں نے غیر اقوام کی حکومتوں کے ماتحت اپنی زبان اور اپنے تمدن کے متعلق جو کچھ نقصان اٹھایا ہے۔ وہ مخفی امر نہیں ہے۔ اور ہر ایک شخص جو ان ممالک کے حالات سے آگاہ ہے۔ اس امر سے واقف ہے۔ اور پھر عربوں نے جو کچھ قربانی اس آزادی کے حصول کے لئے کی ہے۔ وہ بھی چھپی ہوئی بات نہیں۔ عرب کی غیرت قومی جوش مار رہی ہے اور انکی حریت کی رگ پھڑک رہی ہے۔ وہ اب کسی صورت میں اپنی مرضی کے خلاف ترکوں کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ تیرہ سو سال کے بعد اب پھر اپنی چاردیواری کا آپ حاکم بنا ہے۔ اور اپنے حسن انتظام اور عدل و انصاف سے اس نے اپنے حق کو ثابت کر دیا ہے۔ اس کے متعلق کوئی ایسی تجویز نہ تو کامیاب ہو سکتی ہے نہ کوئی معقول پنہ انسان اس کو قبول کر سکتا ہے نہ عرب اسے ماننے کے لئے تیار ہے۔ حجاز کا آزاد رہنا ہی اب اسلام کے لئے مفید ہے۔ وہ بہ نسبت ترکی سلطنت کا جزو ہونے کے علیحدہ حکومت کے رنگ میں زیادہ مفید ہے۔ مقامات مقدسہ کا ایک چھوٹی اور نظر طمع سے بچی ہوئی سلطنت میں رہنا۔ بہت بہتر ہے۔ پس اس سوال کو ہمیشہ کے لئے فیصل شدہ خیال کرنا چاہیئے ۔

تیسری ضروری بات یہ ہے۔ کہ مناسب مشورہ کے بعد اس غرض کے لئے ایک کونسل مقرر کیجاوے جس کا کام ترکی حکومت کی ہمدردی کو عملی جامہ پہنانا ہو۔ صرف جلسوں اور لیکچروں سے کام نہیں چل سکتا۔ نہ روپیہ جمع کرکے اشتہاروں اور ٹریکٹوں کے شائع کرنے سے۔ نہ انگلستان کی کمیٹی کو روپیہ بھیجنے سے۔ بلکہ ایک باقاعدہ جدوجہد سے۔ جو دنیا کے تمام ممالک میں اس امر کے انجام دینے کے لئے کی جاوے۔ یہ زمانہ علمی زمانہ ہے۔ اور لوگ ہر ایک بات کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ اپنے مدعا کی تائید کے لئے دلائل جمع کئے جائیں۔ اور جن لوگوں کے اختیار میں ان امور کا فیصلہ ہے۔ انکو دلائل کے زور سے منوایا جائے۔ تلوار کے ساتھ ساڑھے چار سال میں پچھلی جنگ کا خاتمہ ہوا ہے۔ لیکن تلوار ایک دم میں دشمن کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ دلیل ایک دم میں کسی کے دل کو نہیں پھیرتی۔ اس کے لئے زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ گو یہ فرق ضرور ہے۔ کہ ایک تلوار چند محدود آدمیوں کے مقابلہ میں چلائی جا سکتی ہے۔ لیکن دلیل ایک وقت میں کئی ہزار بلکہ لاکھ آدمی کے سامنے پیش کی جا سکتی ہے۔ پس اس مشکل کام کو پورا کرنے کے لئے باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے۔ اور اسی طرح سنجیدگی سے کام کرنا چاہیئے۔ جس طرح کہ دوسری اقوام کر رہی ہیں۔ بے فائدہ کام دانا کا کام نہیں۔ اور اس کے کرنے

سے اس کا نہ کرنا اچھا ہے - یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ برطانیہ اگر پورے طور پر مسلمانوں کے خیالات سے متفق بھی ہو جائے - تب بھی صلح کی کانفرنس میں صرف برطانیہ ہی کے نمایندہ نہیں بیٹھتے - اسمیں اور بہت سی طاقتوں کے نمایندہ بھی شامل ہیں - امریکہ اپنے حق اولیت پر مصر ہے - فرانس اپنی قربانیوں کو پیش کر رہا ہے - اٹلی اپنی مظلومیت کا مظہر ہے جاپان اور چین خواہ اس سوال سے بے تعلق ہوں - مگر چین کو امریکہ کی ہمدردی حاصل کرنی ضروری ہے - اور امریکہ یونان کے قدیم دعووں کی تائید میں اپنا سارا زور لگا رہا ہے اور ان حکومتوں میں یہ بحث نہیں کہ ترکوں کو کسقدر ملک دیا جاوے - بلکہ اس سوال پر بحث ہے - کہ ترک اطالین وصایۃ کے نیچے رہیں یا یونانی کے - حتیٰ کہ ترکوں میں سے ایک جماعت نے اس ڈر سے کہ ہمیں کہیں اٹلی یا یونان کے ماتحت نہ کر دیں - خود یہ تحریک شروع کر دی ہے - کہ اگر کسی کے زیر حفاظت ہمیں رکھنا ہی ہے - تو انگریزوں کے ماتحت رکھو - کہ ہمارا دین اور مذہب تو برباد نہ ہو - پس اتنی اقوام کے مقابلہ میں ایک انگریزی آواز کیا اثر پیدا کر سکتی ہے - فرانس شام پر قبضہ نہیں کر سکتا - جب تک اناطولیہ اٹلی کو نہ دلوا دے - اور امریکہ اپنے معیار انصاف کو ثابت نہیں کر سکتا - جبتک کہ ترکوں کو کسی نہ کسی یورپین حکومت کی وصایۃ میں نہ رکھے - اگر بلغاریہ کو سمندر تک راستہ دینا ضروری ہے - تو یونان کو اس کی حق تلفی کے بدلہ میں کوئی نہ کوئی اور علاقہ ملنا واجبات میں سے ہے - پس ایک انار و صد بیمار کا معاملہ ہے - برطانیہ کرے تو کیا کرے - ہم اسے کیا مشورہ دے سکتے ہیں - یہی کہ وہ اس امر پر زور دے - کہ ترکوں سے بھی انسانوں کا سا سلوک کیا جاوے - یہ وہ پہلے سے کر رہا ہے - ترکوں کے علاقہ میں فساد ہونے پر اگر فرانسیسی اخبارات اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے سب الزام عربوں پر لگاتے ہیں - تو برطانیہ کے اخبارات ہی ہیں - جو عربوں کا ساتھ دیتے ہیں - برطانیہ کو یہ مشورہ نہ دیا جا سکتا ہے - نہ اس مشورہ پر عمل ممکن ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق تمام دول کو جنگ کی دھمکی دے - اس کے نقطۂ خیال سے یہ بات حد درجہ کی بے شرمی میں داخل ہوگی - اگر وہ ان اقوام سے جو ابھی ایک سال نہیں گذرا - کہ اس کے دوش بدوش اس کے اور تہذیب و تمدن کے دشمنوں سے جنگ کر رہی تھیں - ایک ایسی حکومت کے بدلہ جو اس کی دشمن تھی - جنگ شروع کر دے - اور پھر کونسی عقل اس کو تسلیم کر سکتی ہے کہ برطانیہ باوجود اپنی اسقدر طاقت و عظمت کے اسقدر طاقتوں کے مجموعہ سے جنگ کر سکتی ہے -

یہ زمانہ حقایق کا ہے - تخیلات سے اسوقت کام نہیں چل سکتا -

بس اگر اس امر میں کامیاب ہونیکی کوئی اُمید ہو سکتی ہے - تو صرف اس طرح کہ ان دیگر اقوام کی رائے بھی بدل جاوے - جو اس وقت صلح کی کانفرنس میں حصہ لے رہی ہیں - خصوصاً امریکہ اور فرانس کی - اگر ان دونوں ملکوں کی رائے بدل دیجائے تو پھر کوئی مشکل نہیں رہتی *

مگر ایسی کوشش کرنے سے پہلے یہ سوال حل کرنا چاہیئے کہ ان اقوام کو ترکی سے اسقدر نفرت کیوں ہے - کیونکہ جو خیالات ان کے ان فیصلوں کے محرک ہیں - انہی کے دور کرنے سے کامیابی ہو سکتی ہے - ہم دیکھتے ہیں - جرمن قوم جو جنگ کی اصل

بانی ہے - اور جس نے جنگ کے دوران میں انسانیت اور آدمیت کے تمام اصول کو پامال کر دیا تہا - وہ صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو وہ بھی فرانس سے لیا ہوا تہا - چھوڑ کر اور کسی قدر علاقہ پولینڈ کا آزاد کر کے پھر اسی طرح اپنے ملک پر قابض ہے - آسٹریا جو اس جنگ کا بانی تہا - اپنے ملک میں اسی طرح حکومت کر رہا ہے - اور صرف ان غیر علاقوں کو جو اس سے خود جدا ہونا چاہتے تھے - جدا ہونے کی اجازت دیگئی ہے - بلغاریہ باوجود انتہائی درجہ کے مظالم اور غداری اور معاہدہ شکنی کے اپنے ملک پر قابض ہی نہیں بلکہ اسے سمندر کی طرف راستہ دینے کی تجاویز ہو رہی ہیں - رومانیہ نے تین دفعہ ادھر سے اُدھر پہلو بدلا - مگر اور زیادہ علاقہ کا حقدار قرار دیا گیا ہے - لیکن ترک جس نے خود یورپین طاقتوں کے اقوال کے مطابق مجبور ہو کر جرمن دباؤ کے نیچے جنگ کی تھی - اور جس نے جنگ کے دوران میں نہایت شرافت نہایت دلیری اور بہادری سے کام لیا تھا - اور بحیثیت قوم کسی قسم کا ظلم نہیں کیا - اس کو ناقابل حکومت قرار دیا جا کر نہ صرف یہ کہ اسے اسکے دوسرے مقبوضات سے محروم رکھا جاتا ہے - بلکہ جس ملک میں وہ بستا ہے - اور دوسری آبادی اسقدر کم ہے - کہ نہونیکے برابر ہے - اسمیں بھی اسکی حکومت کو مٹانے کا مشورہ دیا جاتا ہے - اور کم سے کم اسے کسی دوسرے کے اقتدار کے نیچے رکھنا تو ایک ایسی ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ اسکے بغیر چارہ ہی نہیں *

کہا جاتا ہے کہ آرمینیہ کے قتل عام اس کی اصل وجہ ہیں - اور مسلمان اس اعتراض کا جواب دینے کی طرف سرعت سے متوجہ ہوتا ہے - مگر قطع نظر اسکے کہ یہ الزام خود ثبوت طلب ہے - کیونکہ بہ جانبہ میں بعض مسیحیوں کا خود انکی مساجد میں جا کر انکے دین کی ہتک کرنا اور بعض دفعہ کسی جوشیلے کے ہاتھ سے مارا جانا - اور پھر اس کی قوم کا اسے مسلمانوں کا ظلم قرار دیکر یورپ میں شور مچانا - اور اسی قسم کے اور واقعات موجود ہیں جو ایسے الزامات کو غور و تحقیق کے بعد قبول کرنے کا مشورہ دیتے ہیں - لیکن ان کو صحیح تسلیم کر کے بھی دیکھا جاتا ہے - کہ اسی قسم کے مظالم اور حکومتوں میں بھی ہیں - روس میں جو کچھ یہود سے ہوتا رہا ہے - وہ آرمینیا کے قتل عام سے کم نہیں - بلکہ بہت زیادہ ہے - اب بولشوکس جو کچھ کر رہے ہیں - سب دنیا اسپر انگشت بدنداں ہے - ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی انہوں نے قتل کر دئے ہیں - اور ایسے مظالم سے کام لیتے ہیں کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے - اور طبیعت صحیح تسلیم کرنے سے رکتی ہے - مگر باوجود اس کے واقعات کا انکار نہیں کیا جا سکتا - کہ وہی حکومتیں جو ترکی سلطنت کے قیام کے خلاف ہیں - روس کے ملک میں دخل دینے سے نہ صرف یہ کہ خود علیحدہ ہیں بلکہ برطانیہ جو اس ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا - اس کے راستہ میں بھی روک ڈالتی ہیں اور عملی مدد تو الگ رہی - روس کا بائیکاٹ تک کرنے کے لئے تیار نہیں - امریکہ جو اسوقت لوائے حریت کا حامل ہے - اور سب سے زیادہ انصاف و عدل کے دعویٰ کرتا ہے - اور اسی وجہ سے پریزیڈنٹ ولسن کہتا ہے - کہ اگر اس جنگ کے بعد ترکی حکومت قائم رہے - تو گویا اس جنگ کی غرض ہی فوت ہو گئی - خود اس کے ملک میں ہم دیکھتے ہیں - کہ مذہب کے وسیع اختلافات کی وجہ سے نہیں - کالے

اور گورے رنگ کے فرق سے ایسے ایسے مظالم ہو جاتے ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ ایک وکبرگ میں لائڈ کلے نامی ایک اکیس سالہ حبشی لڑکا جو کسی الزام کے ماتحت حوالات میں تھا۔ اور جو بعد کی تحقیق سے بالکل بے گناہ ثابت ہوا۔ اسے عام آبادی نے قید خانہ توڑ کر نکال لیا۔ اور پندرہ سو شہری اسے عذاب دینے کے لئے جمع ہوئے۔ ایک درخت پر اسے لٹکا دیا گیا۔ اور بالکل ننگا کر دیا گیا۔ بعضوں نے مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جاوے۔ مگر دوسروں نے کہا کہ نہیں اسے آہستہ آہستہ مرنے دو۔ اور پہلے مٹی کا تیل اس کے بدن کو ملا گیا۔ پھر لکڑیوں کا انبار لگا کر پیٹرول اور پر ڈال کر اسے جلایا گیا۔ اس کے چیخنے اور چلانے اور آہ و فریاد کرنے کو ایک پُر لطف تماشا سمجھ کر عورت و مرد نے ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ نظارہ دیکھا۔ اور جب اس کی لاش اتاری گئی۔ تو وہ رسیاں جس سے وہ بندھا ہوا تھا۔ انکے ٹکڑے بطور یادگار کے لوگوں نے اپنے پاس رکھ لئے۔ اور اس درخت کو جس سے وہ لٹکایا گیا تھا۔ ایک مقدس یادگار قرار دیا گیا۔ پھر ابھی پچھلے ماہ میں ہی شکاگو میں حبشیوں پر جو کچھ ظلم کئے گئے ہیں۔ اخبارات میں شائع ہوتے ہی رہے ہیں۔ انکی وجہ کیا تھی۔ صرف یہ کہ ایک حبشی لڑکا جھیل کے کنارہ پر غلطی سے اس حصہ پر چلا گیا تھا۔ جو سفید رنگ کی آبادی کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اس پر سفید آبادی نے اس پر پتھروں کا مینہ برسایا۔ اور اس واقعہ سے وہ خطرناک آگ بھڑک اٹھی۔ جس نے پچھلے دنوں تمام دنیا کو حیرت میں ڈالے رکھا تھا۔ انہی واقعات پر پریذیڈنٹ ولسن کو ایک دفعہ کہنا پڑا تھا۔ کہ "عجیب کہ ہم اپنی ڈیماکریسی کو یہ ثابت کر کے کہ وہ کمزوروں کے لئے باعث حفاظت نہیں ہے۔ ذلیل کر رہے ہیں۔ تو دوسروں کے سامنے ڈیماکریسی کیونکر پیش کر سکتے ہیں"

پس ایسے مظالم سے تو سوائے برطانیہ کے غالباً کوئی ملک بھی پاک نہیں ہے خود برطانیہ کے ان حصوں میں جنمیں برطانیہ اندرونی نظم و نسق میں دخل نہیں رکھتا۔ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں۔ جو قابل افسوس ہوتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ترکوں کو ان واقعات کی وجہ سے امریکہ یا دیگر حکومتیں قابل نفرت خیال کریں ۔

اگر کہا جائے کہ لالچ سے ایسا کیا جاتا ہے۔ تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ امریکہ کو کوئی لالچ نہیں۔ کم سے کم امریکہ کوئی حصہ اپنے لئے لینے کے لئے تیار نہیں ۔

پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نفرت کا باعث کچھ اور ہے۔ اور وہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ترک مسلمان کہلاتے ہیں؟ میرا مطلب اس سے یہ نہیں۔ کہ ترک چونکہ مسلمان ہیں۔ اور امریکہ یا فرانس یا اور دیگر طاقتیں عیسائی ہیں۔ اس لئے ترکوں سے نفرت کرتی ہیں۔ کیونکہ مسیحی تو انگریز بھی ہیں۔ مگر وہ ترکوں سے اس قسم کی نفرت نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اور ان کے احساسات کا خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ امریکہ اور فرانس مسیحی ہیں۔ یہ بھی درست نہیں۔ مغربی ممالک میں عموماً تعلیم یافتہ لوگ مسیحیت سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے۔ اور یا تو لوگ دہریت کی طرف مائل ہیں۔ یا بعض عقلی مذاہب کی اتباع کرتے ہیں۔ پس بلحاظ مذہب کے وہ مسیحیت سے بھی علیحدہ ہیں۔ اور اسلام سے خاص تعصب کی ان کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ پس یہ نفرت اسلئے نہیں کہ وہ مسیحی ہیں اور ترک مسلمان۔ مذہب کی حقیقت ان لوگوں کی نظر میں اسقدر نہیں ہے کہ وہ مذہب کے لئے مذہبی تعصب رکھیں ۔

میرا مطلب اس بات کے کہنے سے کہ ترکوں سے اسلئے نفرت کی جاتی ہے کہ وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ ہے کہ ان ممالک کے لوگوں کو اسلام سے اسقدر بعد ہے۔ اور آبا و اجداد سے انکے دل میں اسلام کی نسبت اسقدر بدظنیاں بٹھائی گئی ہیں کہ وہ اسلام کو ایک عام مذہب کے طور پر خیال نہیں کرتے۔ بلکہ ایک ایسی تعلیم خیال کرتے ہیں۔ جو انسان کو انسانیت سے نکالکر جانور اور وہ بھی وحشی جانور بنا دیتی ہے۔ انکے نزدیک اسلام ایسی وحشیانہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ اسکی موجودگی میں رحم اور انصاف دل میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ طبعاً اپنے مذہب یا اپنے خیال کے سوا ہر ایک مذہب اور عقیدہ کو غلط اور جھوٹا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہر مذہب کے لوگوں کا حال ہے۔ مگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب سے وہ ڈرتے نہیں۔ ان سے نفرت نہیں کرتے۔ وہ ان کے ماننے والوں کو غلطی خوردہ سمجھتے ہیں۔ مگر قابل نفرت نہیں سمجھتے۔ مگر اسلام سے وہ خوف کھاتے ہیں۔ اس کی ترقی کو تہذیب و شائستگی کے راستہ میں روک خیال کرتے ہی نہیں۔ بلکہ خود انسانیت کے لئے اسے مہلک یقین کرتے ہیں۔ اس لئے وہ جہاں دوسرے مذاہب کے پیرووں پر رحم کرتے ہیں۔ اسلامی حکومتوں کو ناقابل علاج اور متعدی مریضوں کیطرح سوسائٹی اور تہذیب کے لئے مہلک خیال کر کے اس کے مٹ جانے یا مٹا دینے کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ کیا اس شخص یا قوم کا جو دوسروں کے لئے بھی ہلاکت کا موجب ہو خود مٹ جانا مناسب نہیں؟ ضرور ہے۔ پس مغربی ممالک کے باشندہ فرض منصبی کے طور پر بلکہ باقی دنیا پر رحم کر کے پسند کرتے ہیں۔ کہ یہ خطرناک مرض جو اسلامی حکومت کے نام سے مشہور ہے۔ دنیا سے اٹھ ہی جائے تو بہتر ہے ۔

یہ میرا خیال ہی نہیں۔ بلکہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ اس کے سوا ترکوں سے خاص سلوک کی کوئی وجہ نہیں۔ اور مجھے اس امر کے متعلق خاص علم حاصل ہے۔ کیونکہ میں ایک ایسی جماعت کا امام ہوں۔ جس کا کام ہی تبلیغ اسلام ہے۔ اور جسے اپنے کام کے چلانے کے لئے ہر ایک ملک کے مذہبی حالات معلوم رکھنے پڑتے ہیں۔ اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ مغربی ممالک میں سے جتنا کوئی مذہب زیادہ آزادی کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ اسی قدر وہ اسلام کا دشمن بنتا جاتا ہے۔ کیونکہ آزادی اسے ہمدردی کی طرف مائل کرتی ہے۔ اور اسلام کی بیخ کنی میں وہ دنیا کی ہمدردی پاتا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں مسیحیت کی جو حالت ہے۔ وہ پادریوں کے رسالہ پڑھنے سے خوب ظاہر ہو جاتی ہے۔ پانچ فیصدی آدمی بھی نہیں۔ جو ترقی یافتہ ممالک میں فی الواقعہ مسیحی کہلانے کے مستحق ہوں۔ ایک کثیر حصہ مسیحیت سے متنفر ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ دیگر ممالک میں تبلیغ مسیحیت کے لئے کروڑوں روپیہ دیتے ہیں۔ صرف اسلئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسیحیت میں داخل ہو جانے سے ان ممالک کے باشندوں کے جسم ظلم سے بچ جاوینگے۔ اور وہ جہالت سے نجات پا جاوینگے۔ نہ اس لئے کہ انکی روح کو کوئی خاص راحت حاصل ہو جاویگی۔ مگر اسلامی ممالک میں تبلیغ کے کام میں وہ بھی جوش سے حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس ذریعہ سے ایک حصہ مخلوق بہیمیت کا جامہ اتار کر انسانیت کا جامہ پہن لیگا۔ پس یہ کہنا کہ امریکہ یا کوئی اور

ملک ترکوں کا دشمن ہے۔ غلط ہے۔ وہ اسلام کا دشمن ہے۔ نہ بوجہ اس مذہب کے تعصب کے جس پر وہ قائم ہے۔ بلکہ بوجہ اس ناواقفیت کے نہیں۔ بلکہ غلط واقفیت کے جو اسے اسلام کے متعلق ہے۔ بیشک دوسرے ممالک میں بھی ظلم ہوتے ہیں۔ بیشک امریکہ کا مہذب سفید رنگ کا آدمی بھی کبھی انسانیت کا جامہ اتار دیتا ہے۔ بیشک روس کے باشندہ ظلم و ستم کی انتہائی حد کو پہونچ جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ایسے مذاہب کے پابند ہیں۔ جو رحم کی تعلیم دیتے ہیں۔ جو اخلاق کو درست کرتے ہیں۔ مذہبی حیثیت سے خواہ وہ کتنے ہی گرے ہوئے ہوں۔ مگر اخلاق اور انسانیت کی تعلیم تو ان میں موجود ہے۔ جو ان کے پیروؤں کی رُوح کی حفاظت کرتی ہے۔ اور ان کو ہمیشہ اوپر اٹھائے رکھتی ہے۔ پس ان کے جوش اور ان کے مجنونانہ افعال صرف بہیمیت کا ایک منفرد شعلہ ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام (نعوذ باللہ من ذالک) تو اپنے پیروؤں کی طبیعت کو بدل دیتا ہے۔ اور فطرت انسانیت سے فطرت بہیمیت پر قائم کر دیتا ہے۔ اس کے پیرو کوئی نیکی کر ہی کیونکر سکتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی نیکی ہوتی بھی ہے۔ تو وہ اسلام کی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ مغربی تمدن سے ملاپ کا نتیجہ۔ اس لئے ترکوں کے مظالم اور مغربی ممالک کے بعض مجنونانہ افعال کا مقابلہ ہی کیا ہے۔ ان دونوں کا مقابلہ ایسا ہی غلط ہے۔ جیسا کہ ایک طبیب اور متطبب کا مقابلہ اس بنا پر کہ دونو کے ہاتھوں سے مریض مرتے بھی ہیں اور شفا بھی پاتے ہیں۔ کیونکہ اول الذکر کے ہاتھوں سے مریضوں کا شفا پانا مطابق قاعدہ ہے گو کبھی بطور استثناء موت بھی واقع ہو جاوے۔ اور موخر الذکر کے ہاتھوں سے مریضوں کا مر جانا ایک قاعدہ ہے۔ گو کبھی استثنائی طور پر شفا بھی ہو جاوے۔ اور اگر کوئی ایسی مثالیں مل سکیں۔ کہ مسلمانوں نے ظلم نہ کیا ہو۔ تو کیا شیر جسے پنجرہ میں رکھا گیا ہو۔ شکار کر سکتا ہے۔ وہ مزدور کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص کو اسلام کی تعلیم دیجاوے۔ اور پھر وہ آدم خور درندہ نہ بنجاوے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے مضر وجود ثابت نہ ہو۔

یہ وہ خیالات ہیں۔ جو اسلام کی نسبت ناواقف مغربی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ وہ خیالات ہیں کہ جب تک ان ممالک میں پھیلے رہینگے۔ اسوقت تک مسلمان کہلانے والوں کو انصاف حاصل نہ ہونے دینگے۔

خدا تعالیٰ نے تو مسلمانوں کا فرض مقرر کیا تھا۔ کہ وہ اسلام کو چاروں کونوں میں پھیلائیں۔ اور اس کے نور سے اندھوں کو بینائی بخشیں۔ مگر مسلمانوں نے سستی اختیار کی پس جب مسلمانوں نے اسلام کی قدر نہ کی۔ اور اسے ترک کر دیا۔ تو خدا نے بھی انکو ترک کر دیا خدا تعالیٰ ظالم نہیں۔ اس نے مسلمانوں کو صرف اسی لئے چنا تھا کہ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ جب تک مسلمانوں نے اس حکم کو قبول اور اسپر عمل کیا۔ اس نے انکو ترقی پر ترقی دی۔ اور اسی وقت انکو عذاب میں مبتلا کیا۔ جب انہوں نے اپنے نفسوں کو بدل دیا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ اللہ کسی قوم پر جو نعمتیں کرتا ہے۔ انکو اسوقت تک واپس نہیں لیتا۔ جبتک کہ وہ قوم خود اپنے اندر تغیر پیدا کر کے نیکی کے راستہ کو چھوڑ نہ دے۔

مگر کسی وقت اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ تو اب مسلمان اپنی غلطی سے تائب ہو کر خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کریں۔ اور خود اسلام کو سمجھیں۔ اور اسکی حقیقت سے آگاہ ہوں۔ دوسروں کو آگاہ کریں۔ تاکہ وہ نحبت (؟) دادبار جو اسوقت مسلمانوں پر آرہا ہے وہ دور ہو اور پھر دوبارہ وہ دنیا کے محبوب بنیں۔ اگر مذہب کی خاطر انہوں نے تبلیغ نہیں کی۔ .. .. اگر خدا کے حکم کے ماتحت انہوں نے اس بے نظیر تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا تو اب اپنی حیات کے قیام کے لئے ہی کچھ کوشش کریں۔ کیونکہ ان کی زندگی اور اسلام کی تبلیغ اب لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔

اس مضمون پر مجھے خود زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ میں ایک مشہور ہندوستانی کی جو آریہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک تازہ تحریر سے جو انہوں نے "لیڈر" الٰہ آباد میں شائع کرائی ہے۔ ذیل میں اقتباس درج کر کے اس امر کی صداقت یا بطالت کا فیصلہ آپ لوگوں پر ہی چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ آریہ صاحب لالہ لاجپت رائے ہیں۔ وہ اپنی ایک طویل چٹھی میں جو "لیڈر" الٰہ آباد میں شائع ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"مجھے اپنے سفروں میں اس سے زیادہ کسی امر نے تکلیف نہیں دی جس قدر کہ اس گہری ناواقفیت اور سخت تعصب نے جو اسلام اور اسلامی ممالک کے متعلق امریکہ میں پھیل رہا ہے۔ ممالک متحدہ میں آپکو چین۔ جاپان اور ہندوستان کے ہمدرد تو ملینگے۔ لیکن میں نے اپنے پانچ سالہ سفروں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو اسلام اور اسلامی ممالک کے متعلق کوئی کلمہ خیر منہ سے نکالتا ہو۔ ایک مسلمان دوست سمیت مجھے ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جہیں ترکی حکومت کے مستقبل کے متعلق گفتگو تھی۔ ترکوں کی طرف سے ایک ترک ہی وکیل تھا۔ لیکن جو لوگ اسکو جواب دینے کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے ایسی ناواقفیت اور کھلی کھلی دشمنی اور تعصب کا ثبوت دیا کہ میرے لئے صبر کے ساتھ سُننا مشکل ہو گیا۔ ترکی وکیل نے بہت بُری طرح وکالت کی۔ اور اپنے خلاف تعصب کا طوفان کھڑا کر لیا ترکوں کو ایک ڈراؤنی شہرت حاصل ہے۔ اور مسلمان اقوام کے معاملہ کو ایسی طرح پیش کرنے کے لئے کہ لوگوں کے دل میں ان سے ہمدردی پیدا ہو۔ بڑی لیاقت۔ دانائی اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ آخر میں میرے دوست نے میرے کہنے پر اس تعصب کے کم کرنے کی کوشش کی مگر اس کی آواز اکیلی آواز تھی"

مُسلمانان ہندپر ان کے مذہب ان کے ہم مذہبوں اور خود اپنے نفسوں کی طرف سے یہ ذمہواری عائد ہے کہ وہ چند لائق آدمی تمام ذو نفوذ ممالک میں بطور اپنے وکلاء کے مقرر کریں۔ یہ ایک ایسی ضرورت ہے۔ جو فوری توجہ چاہتی ہے۔ یہ تمام ہندوستانیوں کا

کا بلاتفریق مذہب فرض ہے۔ کہ وہ اسلام کی عزت کو بدنامی کے صدمہ سے بچائیں۔ اور جب کبھی انہیں کسی مفید نتیجہ کی اُمید ہو۔ مسلمانوں کے لئے بھی اس انصاف اور حق جوئی کا مطالبہ کریں۔ جس کا مطالبہ دوسری اقوام کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ خود مسلمانوں پر ایک ایسی ذمہ واری ہے۔ کہ جسے انہیں بغیر تاخیر اور بغیر پہلو تہی کے بجالانا چاہیئے۔ اگر وہ اس ذمہ واری کے بجالانے سے غفلت کرینگے۔ تو اس کا نقصان خود اُٹھائیں گے"۔

یہ ایک ہندو کی آواز ہے بلکہ ایک آریہ کی آواز ہے۔ جو مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگاتی ہے۔ اسلام کی حالت ایسی گر گئی ہے۔ کہ اس سے مذہبی مخالفت رکھنے والے لوگ اب اسے ہوشیار کرتے ہیں۔ اور اس کی حالت ان کے رحم کو جذب کرتی ہے۔ بہت سا وقت ضائع ہو چکا ہے۔ اور تھوڑا باقی ہے۔ اگر اب بھی سستی کی گئی۔ تو کسی بہتری کی امید رکھنی فضول ہے۔ جب تک اسلام بہیمیت اور دنیا کے لئے ایک مہلک بیماری کے رنگ میں دیکھا گیا اسوقت تک مغربی بلاد سے کسی انصاف کی اُمید رکھنا ایک فضول امر ہے۔ اور جب تک دوسرے بلاد خصوصاً امریکہ کی رائے انگلستان کے ساتھ نہو۔ اسوقت تک برطانیہ کی آواز کے سنے جانے کا خیال بھی کرنا ایک وہم ہے۔ برطانیہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ برطانیہ کو کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ یہ کام مسلمانوں کا ہے۔ یہ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ برطانیہ کو ایسا مددگار تلاش کر کے دیں۔ بلکہ خود برطانیہ کو بھی اسلام سے زیادہ واقف کریں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اسلام کی تبلیغ ایک مذہبی فرض تھا۔ ایک سخت ذمہ واری تھی۔ ایک نازک معاہدہ تھا۔ جو خدا اور اس کے رسُول کے ساتھ مسلمانوں نے کیا تھا مگر اس کو پورا کرنے کی طرف مسلمانوں نے توجہ نہیں کی۔ اگر پہلے مذہب کے حکم کے ماتحت انہوں نے اس کام سے غفلت برتی ہے۔ تو اب اپنی جان بچانے کے لئے عزت کی زندگی بسر کرنے کے لئے اس کام کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور سب ذرائع عارضی ہیں۔ مگر یہ ذریعہ کامیابی مستقل ہے۔ جب کوئی شخص بیماریوں کا گھر بن جاتا ہے۔ تو طبیب سمجھ لیتا ہے۔ کہ یہ سب کسی خاص سبب سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور وہ بجائے الگ الگ بیماریوں کا علاج کرنے کے اس جڑ کا علاج کرتا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی دنیاوی مصائب کا اصل سبب ان ممالک کا اسلام کے متعلق غلط واقفیت رکھنا ہے۔ جن کو اس وقت غلبہ اور اقتدار حاصل ہے۔ بس فرداً فرداً ان مصائب کا علاج فضول ہے۔ جڑ کا علاج کرو۔ اور مرض خود دور ہو جاویگی بے شک یہ بات درست ہے۔ کہ ملکوں کے مسلمان کرنے کے لئے صدیاں چاہیئیں۔ لیکن اس تعصب کو دور کرنے کے لئے جو ان ممالک میں پیدا ہے۔ صدیوں کی ضرورت نہیں۔ ایک معقول تعداد اسلام سے واقف کار آدمیوں کی اگر امریکہ اور فرانس کی طرف فوراً نکل جاوے۔ تو چند ماہ میں بہت کچھ جہالت اور تعصب دُور کر سکتی ہے ہم نے انگلستان میں اس کا تجربہ کر لیا ہے۔ اور وہ تجربہ کامیاب ہوا ہے۔ دو سو کے قریب تو اسوقت وہاں کے باشندہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ مگر ہزاروں لاکھوں آدمی اسلام سے واقف ہو کر اس سے تعصب چھوڑ بیٹھے ہیں۔ پس جلدی کرو۔ اور اس تجربہ سے فائدہ اُٹھاؤ۔ میرا ارادہ جلد ہی امریکہ میں بھی ایک مشن کے قائم کرنے کا تھا۔ مگر امریکہ سے اس غیر مذہب والے کی آواز نے مجھے اور بھی جلد اس کام کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مگر جس کام کو آپ لوگ چاہتے ہیں۔ اس کے لئے اور بھی زیادہ جلدی اور زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اگر کبھی کامیابی کی امید کیجا سکتی ہے۔ تو اسی طرح کہ چند آدمی اسلام کے واقف فرانس میں رکھے جاویں۔ جو علاوہ اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ اسلام کی خوبیوں سے لوگوں کو واقف کرتے کے مختلف بلاد کے قائمقاموں سے بھی ملیں۔ اور ان کو بتائیں۔ کہ اسلام تہذیب و شائستگی کا قائم کرنیوالا ایک ہی مذہب ہے۔ نہ کہ اس کا مٹانے والا۔ اسی طرح کچھ لوگ امریکہ جاویں اور وہاں اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ اسلام سے وہاں کے لوگوں کو واقف کرنے کے علاوہ تمام ملک کے وسیع دورے کریں۔ اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک وہاں کے باشندوں کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر دیں۔ گو وہ فوراً اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ وہ بہت جلد اسلام کی دشمنی سے دست بردار ہو جاوینگے ❊

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ ایسے آدمی کہاں سے آویں سو اس کا جواب میرے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ حق چھپایا نہیں جا سکتا۔ اسوقت دنیا کی تباہی کو دیکھ کر اور اسلام کی موت کو مشاہدہ کر کے خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدہ کے مطابق اپنا ایک مرسل بھیجا ہے۔ جس نے باوجود ناواقفوں کی مخالفت اور دشمنی کے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے۔ جو اسلام کے لئے فدا ہے۔ اور اس کے انگریزی خوان اور عربی خوان افراد دونوں اسلام کے اصول سے نہ صرف واقف ہیں۔ بلکہ اس پر عملی طور پر کاربند بھی ہیں۔ اور اسلام کی خدمت میں اپنی جانیں دینے سے بھی نہیں ڈرتے۔ وہ تعداد میں ابھی بہت تھوڑے ہیں۔ اور غریب ہیں مگر اب بھی مختلف بلاد میں ان کی طرف سے اسلام کی تبلیغ کے لئے آدمی مقرر ہیں۔ اور ان کے سامنے مسیحی مشنری ایک لحظہ کے لئے

بھی ٹھہرتے - اور خود ان کے دشمن اسباب کو قبول کرتے ہیں - کہ مسیحی مشنریوں کے بھگانے کے لئے وہ ایک حربہ ہیں - اور کیوں نہ ہو - انہوں نے اسلام کو اس کی اصل شکل میں دیکھا اور سمجھا ہے - انگلستان میں اسوقت اس جماعت کی طرف سے چار آدمی موجود ہیں - اور میرا ارادہ ہے - کہ بہت جلد وہاں پچاس تک آدمی بھیجدیئے جاویں - جب راستہ کی رکاوٹیں دور ہوں - یہ لوگ روانہ ہونے شروع ہو جاوینگے - غرض اس جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں - جو کام کر سکتے ہیں - اور جو اسلام سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے ہر ایک جگہ جانے کے لئے تیار ہیں - اور میں ایسے آدمیوں کی ایک معقول تعداد اس کام کے لئے مہیا کر سکتا ہوں - اگر آپ لوگ سنجیدگی سے اس کام پر آمادہ ہوں - تو لنڈن کے چاروں مشنریوں سے کم سے کم تین فوراً میں امریکہ کے لئے فارغ کر سکتا ہوں - یہ لوگ فوراً امریکہ روانہ ہو جائیں - اور اسلام سے وہاں کے لوگوں کو واقف کریں - اور ساتھ اس امر کی طرف بھی توجہ دلائیں - کہ ترکوں سے جو سلوک ہو رہا ہے - وہ درست نہیں - اور اسی طرح میں اور آدمی بھی دے سکتا ہوں -

اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسلام اپنی شان میں نظر نہیں آسکتا - جب تک وہ اُس طرح لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے - جس طرح اس زمانہ کے مصلح نے اُسے پیش کیا ہے - اور اس وقت تک اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں نہیں بیٹھ سکتی - جب تک اس کے زندہ ہونے کا ثبوت زندہ نشانوں سے نہ دیا جائے - پس یہ لوگ اپنے عقائد کو نہیں چھپا سکتے - مگر آپ لوگ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی بقاء کے لئے اگر اس بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں - تو مجھے اس کام کے اہل لوگ مہیا کر دینے میں کوئی عذر نہیں - ان لوگوں میں سے کچھ امریکہ میں کام کریں - اور کچھ فرانس میں - اور اسوقت تک یہ سلسلہ جاری رہے - جب تک ترکوں سے معاہدہ طے ہو ؛

میرے نزدیک ان تمام مشکلات کا حل صرف یہی ہے - اور اگر اس دروازہ سے داخل ہو کر کامیابی حاصل نہ کرنی چاہی - تو کامیابی کی امید رکھنی فضول ہے - اور سب جلسے اور ریزولیوشن اور ڈیپوٹیشن صرف کھلونے ہیں - جن سے بچے تو خوش ہو سکتے ہیں - مگر صاحب تجربہ اور صاحب عقل کچھ امید نہیں رکھ سکتے - اگر آپ لوگوں کی سمجھ میں یہ نصائح آئیں - تو آپ لوگ میرے قائم مقاموں سے اس کے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں - ورنہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے ارشاد کے ماتحت ہماری طرف سے تو دیر سے حجت پوری ہو چکی ہے - اب لالہ لاجپت صاحب کی قلم کے ذریعہ غیر مذہب والوں کی طرف سے بھی آپ پر حجت قائم ہو گئی ہے - وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ -

خاکسار مرزا محمود احمد از قادیان - ۱۸ ستمبر ۱۹۱۹ء

چند ضروری باتیں

خریداران الفضل سے -

(۱) میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں - کہ الفضل سوا وصولی قیمت پیشگی کسی کے نام جاری نہیں کیا جا سکتا - جو اصحاب وی پی کا آرڈر دیتے ہیں - جب تک ان کا روپیہ وصول نہیں ہوتا - ہم اخبار جاری نہیں کر سکتے - باایہمہ ۱۰ میں سے ۲ خط اس شکایت کے ہوتے ہیں - کہ ہم وی پی وصول کر چکے ہیں - اور آپ اخبار نہیں بھیجتے - اسکے جواب میں پھر میری یہی التماس ہے - کہ بعض اوقات وی پی وصول ہو جانے کے بعد روپیہ دیر سے وصول ہوتا ہے - حتےٰ کہ چار چار ماہ بھی گذر جاتے ہیں - اس کے لئے پہلے دو تجویزیں بتائی تھیں - ایک تو یہ کہ جب آپ وی - پی وصول کریں - فوراً ایک اطلاعی کارڈ لکھ دیں - آپکے اعتبار پر اخبار جاری ہو جائیگا - خواہ ہم کو وی پی کا روپیہ دو ماہ بعد ملے - دوم یہ طرفین کے لئے بہت سہولت کا طریق ہے - کہ جب آپ جاری کرانا چاہیں تو قیمت بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں اور کوپن پر اپنا پورا پتہ لکھدیں - ہم فوراً اخبار جاری کر دینگے ؛

(۲) جو احباب میدان جنگ میں کام کر رہے تھے - یا ہندوستان سے باہر تھے - اس کے متعلق سنہ ۱۹۱۴ء سے آج تک کامل پانچ سال یہ رعایت رہی ہے کہ خواہ ان کے نام کتنا بقایا ہو جائے - اخبار بند نہ ہو - اب چونکہ جنگ یورپ بلکہ جنگ کابل کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے - اس لئے احباب جن کے نام کئی کئی سال کا بقایا ہے - مجھے معاف فرمائینگے - اگر ان کے نام یکم اکتوبر سے اخبار بند کر دیا جائیگا - تاوقتیکہ بقایا اور آیندہ پیشگی قیمت وصول نہ ہو - اسی طرح دوسرے احباب کو چاہیئے کہ وہ آیندہ کے لئے حسب قاعدہ پیشگی قیمت ارسال فرمائیں ورنہ اخبار ایک دو ماہ کے انتظار کے بعد ان کے نام سے بھی بند ہو جائیگا ؛

(۳) ۱۹ - اگست کے الفضل میں میں نے خریداران الفضل بڑھانے کی تحریک کی تھی اور اس کے لئے چند تجاویز بھی پیش کی تھیں - اس کے مطابق ایک تو اخی المکرم انوار حسین صاحب پشاور نے دس روپے بھجوائے کہ کم استطاعت صاحبان کے نام اخبار جاری کیا جاوے - اور برادرم محمد رشید صاحب حافظ آباد نے ایک خریدار دیا اور منشی غلام حیدر صاحب پٹواری نے ۳ خریدار دئے -

میں نے کم از کم سو خریدار کے لئے عرض کیا تھا - اس کا یہ فائدہ تھا کہ دفتر کچھ روپیہ ماہوار نقصان سے بچ جاتا - جو مطبع کو ادا ہو رہا ہے کیونکہ موجودہ تعداد اخبار کی بھی ایسی ہی ہے - جو اس سے ایک سو زیادہ کی ہو گی - کیا معزز احباب جماعت احمدیہ اسکی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے ؟

خاکسار مینیجر "الفضل"

اشتہارات

حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ۲ کا

ارشاد جماعت احمدیہ کے نام

"جیسا کہ احباب کو معلوم ہوگا ۔ میاں فخرالدین صاحب ملتانی نے ایک حمائل مترجم چھپوا کر ابھی حال میں شائع کی ہے ۔ اس کے ترجمہ کا کام جیسا کہ ان دونوں علماء کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے ۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کی مدد اور ہدایت سے ہوا ہے اور گو عملاً انہی کا کیا ہوا ترجمہ نہ ہو ۔ مگر نگرانی سے بھی بہت کچھ اصلاح ہو جاتی ہے ۔ اور میں نے بھی بعد طبع اس کو متعدد مقامات سے دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سردست

جماعت کی ضروریات کے پورا کرنیکے لئے یہ ایک عمدہ کام ہوا ہے

حاشیہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان کتب کے صفحات کے حوالجات بھی دئے گئے ہیں ۔ جنہیں اس صفحہ کی آیات کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے اور

یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے

بشرطیکہ کوئی اس سے یہ نفع حاصل کرے

بہرحال یہ حمائل موجودہ ضروریات کے لئے بہت کار آمد ہے

اور میں احباب سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کی خریداری میں حصہ لے کر

میاں فخرالدین کی مدد کریں کیونکہ یہ کام بڑے صرف سے ہوا ہے ۔ اور وہ

مستحق ہیں کہ انکی پوری طرح مدد کیجاوے

تاکہ ان کو بھی اور دوسرے کام کرنیوالوں کو بھی کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو"

خاکسار **مرزا محمود احمد**

حمائل مجلد کپڑا للعہ ۔ مجلد چرمی سنہری عہ ۔ اور مجلد چرمی مع سفید اوراق ہر صفحہ میں عہ

علاوہ ازیں قادیان کے ہر دفتر مثلاً میگزین ترقی اسلام ۔ تشحیذ ۔ الفضل ۔ دفتر یسرنا القرآن و دیگر کتب فروشوں کی شائع شدہ کتب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف ایجنسی ہذا کی معرفت طلب کریں ۔ متفرق طور پر منگانے میں جو محصول ڈاک خرچ ہوتا ہے ۔ صرف ایک ایجنسی ہذا کی معرفت منگانے سے محصول ڈاک میں کفایت رہیگی ؕ

محمد فخرالدین ملتانی مہتمم احمدیہ بک ایجنسی قادیان

ایم ایس محمد پنجاب فیکٹری لاہور

سے ضعف دماغ اور کمی حافظہ اور عوارضات مثانہ کے مفید ترین مشورے صاحب استطاعت جوابی کارڈ اور عوام الناس مفرد کارڈ لکھ کر مفت حاصل کریں ۔ اور اپنے دماغ اور حافظہ کی طاقت کو ترقی دیں ۔ تندرستی ایک نعمت عظمیٰ ہے ۔ صحت کی قدر کرو اور موقعہ ہاتھ سے نہ دو ۔

رفیق حیات ۲۴

مایوس العلاج مریضوں کو سچی ہمدردی اور دیانتداری کے ساتھ مفت مشورہ دینے کے علاوہ علمی طبی اخلاقی علوم پر بحث کرنیوالا واحد ماہواری رسالہ ہے ۔ جو ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے ۔ اطباء کو خصوصاً اور دوسرے اصحاب کو عموماً اس رسالہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ اس کا سالانہ چندہ صرف عہ ہے ۔ نمونہ کے لئے ۱ کے ٹکٹ آنے چاہئیں

رفیق حیات ۔ قادیان

سامان ہائی سکول و دفاتر کے لئے احمدیوں کا

اپنا کارخانہ

احمدی بھائیوں کی خدمت میں جو کہ سکولوں یا دفاتر میں سروس رکھتے ہوں ۔ اطلاع دیجاتی ہے ۔ کہ کارخانہ ہذا میں حسب ذیل چوبی سامان بنکر تیار رہتا ہے ۔

(۱) سنگل ڈیسک	(۷) سائنس الماری
(۲) ڈبل ڈیسک	(۸) ایوازنگ شیلف
(۳) ٹیچر ڈیسک	(۹) میپ ریک
(۴) اسٹول	(۱۰) میپ سٹینڈ
(۵) لیکچر گیلری	(۱۱) بال فریم
(۶) سائنس ٹیبل	(۱۲) فائنٹس باسکٹ

بوقت ضرورت طلب فرماویں ۔

ملنے کا پتہ

ایم فیض احمد ۔ اینڈ سنز ۔ کشمیر سٹیٹ ورکس جموں ۔ توی

اخبار بدر و الحکم کے فائلوں کی ضرورت

دفتر اخبار الفضل کے لئے اخبار بدر و الحکم کے شروع سے لے کر ۱۹۱۰ء تک کے مکمل فائلوں کی ضرورت ہے جو صاحب نقد قیمت لے کر یا ان کے بدلے اخبار الفضل اپنے نام جاری کرا کے مرحمت فرمانا چاہیں ۔ وہ بہت جلد مجھے اطلاع دیں ؕ

خاکسار ایڈیٹر الفضل قادیان

ایک کاتب کی ضرورت

ایک ایسے کاتب کی جس کا اُردو عربی خط بہت اچھا ہو ۔ کتابیں لکھانے کے لئے فوراً ضرورت ہے جو صاحب آنا چاہیں ۔ اپنے اردو ۔ عربی خط کا نمونہ معہ شرح اُجرت کے جلدی

ایڈیٹر الفضل قادیان کے نام بھیجدیں

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)